تحفظ حدیث فاونڈیشن

☆ تحفظ حدیث فاونڈیشن کا قیام منکرین حدیث کے فتنہ پر اعتراضات کا مستند حوالوں کے ساتھ جواب دینے کے لئے عمل میں لا گیا ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث مکمل ضابطہ حیات اور دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے گا وہ یقیناً گمراہ ہو جائے گا۔

☆ قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اگر کوئی منکرین حدیث آپ کے ذہن میں کوئی شبہ یا اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرے تو برائے مہربانی آپ فوراً ہم سے رابطہ کریں تا کہ اس شبہ کو دور کیا جا سکے مزید معلومات اور تعاون کے لئے رابطہ کریں۔

☆ منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان جوابات دینے کی کلاسز کا آغاز کر دیا گیا ہے تا کہ آپ بھی منکرین حدیث کا مکمل اعتماد سے سامنا کر سکیں انشاء اللہ

کلاسز کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

Website : www.wkrf.net

Email : tahafuzehadees@gmail.com

Cell : 0321-2844727

Ph:021-4242140

اصول حدیث قرآن کریم کی رو سے

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی کے اقوال اور آثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال تحقیق کا مظاہرہ کیا۔ آج تک اس مثال روشن افق کے مانند ہے دنیا کے بڑے بڑے مایا ناز محقق اس بات کو قبول کر چکے ہیں کیا عمدہ بات کی ہے مولانا محمد علی جوہر نے ان کا فرمان ہے کہ:۔

قرآن پاک تو قرآن پاک ہے دوسرے صحائف ہماری کتب حدیث کی تحقیق اور صحت وحفاظت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (خالص اسلام صفحہ 135)

محدثین نے کس قدر احتیاط اور حاظر ذہن سے اور دیانتداری سے تحقیق کا کام کیا یہ عظیم کارنامہ آج اسلام کے مفاخر میں سے ہے۔

ایک غیر مسلم بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ ریورنڈ اسمتھ لکھتا ہے:۔

کوئی شخص نہ اس میں دھوکا کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو دھوکا دے سکتا ہے یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو چیز پر پڑھ رہی ہے اور ایک تک پہنچ رہی ہے (تاریخ جمع القرآن والحدیث)

the universal standard encyclopedia میں volume 16 page 5817-18 میں لکھا ہے کہ the para-mount authority of islam is the koran (q.v.)which contains the revelation from God (A.r. Allah) announced by the prophet Mohammed and recorded by his followers. the koran is supplemented by the sunna

بالغرض تاریخ کا بڑا ذخیرہ اور ایک عالم اس بات پر گواہ ہے کہ محدثین کی قربانیاں اور ان کے چھان پھٹک کے طریقے بڑے ہی کٹھن تھے غیر تو غیر کتنے ہی ظاہر متقی عبادت گزار شخص بھی اپنے ورع اور تقوے کی وجہ سے محدثین کی کڑی نگاہ سے بچ نہ سکے۔

اس رسالے میں جو اہم نکتہ عرض کرنا مطلوب ہے وہ ہے علوم حدیث قرآن کریم کے ضوابط اور معیارات پر تعمیر کیے گئے ہیں۔

ہر دور میں مستشرقین مختلف سوال کے سہارے اور امت کے اجماع کو پامال کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور وہ اپنے اس ناپاک عزائم میں ہر دور میں ناکام رہے آج بھی انہیں ارادوں کے ساتھ یہ مستشرقین اور منکرین حدیث نئے سوالات کے ساتھ منظر عام پر آنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں موجودہ دور میں لاتعداد سوالات ان کی طرف سے سامنے آتے رہتے ہیں کبھی بخاری کے پیچھے کبھی مسلم کے خلاف غرض وہ ہر طرح سے امت کے اجماع کو چکنا چور کرنے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ ان کا مقصد صرف ایک بھیانک خواب کی شکل میں سامنے آئے گا (انشاء اللہ)

نوٹ۔ (عمومی سوالات کے جوابات کے لئے میری مفصل کتاب اسلام کے مجرم کون؟ کا مطالعہ فرمائیں)

آج کا جو عنوان ہے وہ ہے کیا یہ اصول حدیث جن کو محدثین کی جماعت نے تحقیق سے تشکیل دیا ہے کیا یہ اصول حجت ہے؟؟

کیونکہ اصول تو انسانوں کے بنائے ہوتے ہیں ان کو کبھی بھی دین تصور نہیں کیا جا سکتا؟

یہ وہ بنیادی سوال ہے جس کا جواب دینے کے لئے میں نے قلم اٹھایا بس یہ توفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہے۔

دفع حدیث پر علماء نے لاتعداد کتابیں تصنیف فرمائیں اور اصول حدیث پر بحث بھی کی لیکن ساتھیوں کے اصرار اور دلچسپی کے باعث یہ نکتہ بھی ذہن میں آیا کہ ان اصول حدیث جس کو محدثین نے ترتیب دیا آیا یہ اصول کن ضوابط سے ترتیب دیئے گئے ہیں یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر طالب علم کے ذہن میں اُبھر آتا ہے اور وہ اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے

اس کتاب میں آپ کو انشاءاللہ ان اصولوں کے بارے میں جن کو محدثین نے ترتیب دیئے معلومات حاصل ہوگی کہ وہ اصول جن کو محدثین نے ترتیب دیئے وہ اصول قرآن کریم کے مطابق ہیں جی ہاں ہوسکتا ہے یہ بات آپ سمجھ نہ سکے ہوں لیکن الحمداللہ واقعی یہی بات ہے۔کیونکہ محدثین کا معیار تحقیق کا وہی رہا ہے جس معیار کو قرآن کریم انسان کے لئے ہموار کرنا چاہتا ہے میں اپنی بات کو شروع کرنے سے پہلے ایک گزارش آپ کے سامنے پیش کروں گا کہ اصول حدیث کو سمجھنے سے پہلے ایک نکتے کو ضرور سمجھیں" اگر آپ سے کوئی شخص کہتا ہے کہ بھائی ہمیشہ سچ بولو "اگر چہ وہ خود سچ نہ بولتا ہو لیکن وہ ایک ایسی بات نقل کرتا جو بعین قرآن کریم کے مطابق ہے۔

اب اگر آپ یہ کہیں کہ میں سچ کیسے بولوں یہ شخص تو جھوٹا ہے فلاں فلاں کام کرتا ہے مثلاً چور ہے ڈاکو ہے اور بہت سارے جرائم پیشہ ہے یہ شخص میں اس کی بات میں آکر سچ نہیں بول سکتا۔یقیناً یہ شخص جھوٹا مکار جرائم پیشوا اور بہت سارے برے کام کرنیوالا ہے لیکن وہ ابھی بات جو کر رہا ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہے لہٰذا ہم یہ کہینگے کہ اس کی بات کو تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ جو بات کہہ رہا ہے اس کی اپنی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو قرآن کریم کے مطابق کہہ رہا ہے کہ بات ہمیشہ سچ کہو۔

اب غور فرمائیں کہ بات کہنے والا انسان ہے لیکن اس کا اصل مرجع قرآن کریم ہے کیونکہ وہ جو کہہ رہا ہے قرآن کریم کا اصول بول رہا ہے اس کی اپنی بات نہیں ہے ہاں کہنے والا ضرور بشر گنہگار ہے لیکن اصول یہ ہوگا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی طرح سے یہ عظیم محدثین کی جماعت جن کا ثقہ ہونا (Authenticity) ثابت ہو چکا ہے ان کا تقویٰ کے بارے میں ان کے ذہن کے بارے میں امت کا اجماع ہے جو قدم قدم پر سنت کا خیال رکھنے والے اللہ کے حکم کی پابندی کرنے والے اور مکمل زندگی صرف ایسی محنت میں لگادی کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا دفاع کریں تو بتائیں یہ کیسے اپنے اصول قرآن کے خلاف وضع کریں گے نہیں بلکہ ان محدثین کی جماعت نے غور وتدبر سے مکمل احادیث کے جو اصول ترتیب دیئے ہیں وہ قرآن کریم کے مطابق ہی ہیں اب اگر ان محدثین میں سے کوئی یہ کہے کہ سچ بولو تو بتائیں سونے پہ سہاگا ہوگا کہ نہیں کیونکہ بات نقل ہو رہی ہے قرآن کریم اور دوم بات کرنے والا بھی مکمل حامل قرآن تو لہٰذا ہم سچ بولنے والے کی سچائی کو قبول کریں اور اس کی سچائی کو مرتبہ دیں گے کہ اس نے دین اسلام کہ ایک اہم اصول کے مطابق سچ بولا۔

اسی نکتے کو سامنے رکھیئے اور اصول حدیث کو سامنے رکھیے جو کہ قرآن کریم کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔

میں اس کتاب میں ان موٹے موٹے اصول کا ذکر کروں گا جن پر اکثر وبیشتر اعتراضات اُٹھتے رہتے ہیں اور منکرین حدیث کی طرف سے یہ سوالات سامنے آتے رہتے ہیں کہ بتاؤ ان اصولوں کو جو کہ تم ایک شرعی حیثیت دیتے ہو ان کی دلیل کیا ہے لہٰذا اس قسم کے جو سوالات ہیں انکا جواب آپ اس کتاب سے اخذ فرمائیں گے انشاءاللہ ۔

۱) منکرین حدیث کا ایک سوال جو کہ خبر آحاد کے بارے میں ہوتا ہے

خبر آحاد کی تعریف:۔جس حدیث میں راوی ہے تعداد میں متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہوں آحاد کہلاتی ہیں۔
(یعنی اگر کوئی ایک خبر دیتا ہے کسی بات کی تو وہ منکرین حدیث کی نظر میں قابل قبول نہیں)

خبر واحد کی دلیل قرآن کریم کی رو سے

قرآن کریم خبر واحد کو تسلیم کرتا ہے اگر خبر دینے والا سچا ہو مثلاً (سورۃ یٰسن 36 آیت نمبر 20) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وجاء من اقصا المدینۃ رجل یسعٰی قال یقوم اتبعو المرسلین

ترجمہ۔اس وقت شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا میری قوم کے لوگوں ان رسولوں کی اتباع کرو۔
غور فرمائیں! اس آیت مبارکہ میں آنے والا ایک ہی شخص اور وہ ایک خبر دے رہا ہے یعنی وہ شخص بحیثیت خبر واحد کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خبر کو مقبول فرمایا۔اور ارشاد ہوتا ہے کہ قیل ادخل الجنۃ (سورۃ یٰسن 36 آیت نمبر 26)
(جب قوم نے اس شخص کو مارڈالا) تو اللہ پاک نے فرمایا۔کہ اسے جنت میں داخل کردو۔
گویا وہ شخص جس نے خبر واحد کی صورت میں نبی کی تائید کی اس پاداش میں اسے قتل کردیا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر واحد کو قبول کر کے جنت میں روانہ فرمایا۔ایک اور دلیل دیتا چلوں جب ذکریاؑ نے مریمؑ کی کفالت کا بیڑہ اٹھایا تو ذکریا نے ان کے پاس کھانے کی چیز دیکھی اور فرمایا

قال یٰمریم انی لک ھٰذا قالت ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (ال عمران 3 آیت 37)

ترجمہ۔اے مریم یہ تجھے کہاں سے ملا؟ وہ کہہ دیتی ہیں اللہ کے ہاں سے بلاشبہ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دے دیتا ہے۔
غور فرمائیں! مریمؑ خبر دے رہی ہیں کہ یہ رزق اللہ کی طرف سے ہے وہ حیثیت رکھتی تھیں خبر واحد کی اور زکریؑا نے اسے قبول فرمایا اور پھر موقع کی مناسبت دیکھتے ہی اپنے لئے اولاد کا سوال کیا۔
لہٰذا خبر واحد کا حجت ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔
ایک اور مقام پر قرآن کریم وضاحت فرماتا ہے کہ سلیمان کے دور حکومت میں حاضری کے وقت ھدھد غائب تھا غصہ کی سزا کے اظہار کے بعد سلیمان نے فرمایا کہ اسے ذبح کردونگا یا وہ میرے پاس کوئی معقول وجہ پیش کردے قرآن کریم ذکر فرماتا ہے

فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین (نمل 27 آیت 22-23)

ترجمہ۔تھوڑی دیر گزری تھی کہ (ہدہد) آگیا اور کہا'' میں نے وہ معلوم کیا ہے جو آپ کو معلوم نہیں اور میں سبا سے متعلق ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔

لہٰذا ہدہد نے ایک معقول وجہ پیش کی کہ وہ ملک سبا کے لوگ سورج اور چاند کے پجاری ہیں لہٰذا سلیمانؑ نے ہدہد کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے تحقیق کی شرطیں لگائی۔

غور فرمایئے ایک جانور خبر دیتا ہے اور اللہ کا عظیم پیغمبر اسکی Expectance دیتا ہے اب بتائیں جانور کی خبر واحد کو قبول کیا گیا اسکے مقابلے میں ایک سچے مسلم کی خبر واحد کو قبول کرنے میں کونسی قباحت ہے لہٰذا یہ اصول بھی محدثین نے قرآن کریم سے ہی اخذ فرمایا ہے۔

راوی کا ثقہ ہونا اور غیر ثقہ ہونا اسکی چھان پھٹک کا اصول قرآن کریم کی رو سے

محدثین اکرامؒ نے اپنی پوری زندگی اس فن کے لئے گزاردی یعنی وہ علم رجال کے فن کے ماہرین Specialist تھے اور وہ خوب اس فن کو جانتے تھے کسی راوی کا مقبول ہونا اور غیر مقبول ہونا یہ ایک بڑا اہم درجہ ہے قرآن کریم نے بھی مقبول اور غیر مقبول کے بارے میں اصول مرتب فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یاایھا الذین امنوان جاءکم فاسق بنبا فتبینو......(سورۃ حجرات 49 آیت 6)

ترجمہ۔ اے ایمان والوں اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔

اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں کہ وہ مخبر کی تحقیق کا اصول مرتب فرماتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ خبر لاتا ہے کہ فلاں شخص کو قتل کر دیا گیا یا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے تو سننے والے کو اس خبر کو نشر کرنے کے بجائے فوراً اس کی تحقیق کر لینی چاہیے ورنہ معاشرے میں اس کا بڑا برا اثر مرتب ہوگا جو جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص خبر لائے اس کی تحقیق کرلی جائے ایک موٹا اصول سمجھا دیا گیا کہ تحقیق کرلو لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ تحقیق کن ذرائعوں سے کرنا ہے کیونکہ ہر صدی میں تحقیق کے مختلف ذرائع موجود ہوتے ہیں خاص کر اس صدی میں جو کہ Media اور Communication کا دور ہے بہت بہتر ہیں تحقیق کے طریقے۔

محدثین اکرام نے بھی جو اصول مرتب کئے تحقیق وہ بھی اس وقت کے بڑے کٹھن اصول تھے اب دیکھئے محدثین کا تحقیق کا طرز عمل اور جانچنے کے اصول کیونکہ قرآن کریم نے تحقیق کا حکم دیا ہے لیکن طریقے کا اسلوب نہیں بتایا کیونکہ مختلف دور میں ذرائع ہوتے ہیں تحقیق کے لیکن تحقیق کرنی ضروری ہے میں اپنی بات کو آگے لے کر چلتا ہوں اب دیکھئے حدیث کے بارے میں کوئی شخص خبر دیتا ہے کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے اور وہ اپنے کلمات کو نبی ﷺ کے ذمے لگاتا ہے مجھے قرآن کریم نے اصول سمجھایا کہ مخبر کی خبر کی تحقیق کرلی جائے اب محدثین اس اصول کو (جس کا ذکر سورۃ حجرات کی آیت نمبر 6 میں ہوا ہے) استعمال کرتے ہیں اور اس پر مختلف انداز سے عمل کرتے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سلمی وہ حدیث گڑھتا ہے اور سند یوں پیش کرتا ہے

قال سلمی حدثنا امام مالک قال حدثنا امام نافع حدثنا ابن عمرؓ عن النبی ﷺ ....

اب دیکھا جائے تو سند بہت عمدہ دکھائی دیتی ہے امام مالک جیسی معتبر ہستی اور وہ روایت کریں نافع سے اور وہ ابن عمرؓ سے یعنی سلسلۃ الذھب سونے کی زنجیر ہوگئی سند ہاں میں اور آپ تو دھوکہ کھا سکتے ہیں لیکن آفرین ہے محدثین کی پاکیزہ جماعت پر کہ انہوں نے بڑی امانت ودیانت کے ساتھ اور ایمانی جزبے میں ایسے تحقیق کے نکات نکالے کہ بال کی کھال بھی اُدھڑ جائے اب دیکھیے محدثین کی تحقیق قرآن کریم کہ مطابق.

۱) پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ سلمی کا حال معلوم ہو جائے اگر نا معلوم ہو سکے تو وہ مجہول ہے.

۲) اگر حالات معلوم ہو بھی گئے تو یہ دیکھا جائے گا کہ سلمی کاذب کہ صادق اگر معلوم ہو جائے کہ وہ صادق ہے تو بھی حدیث کی صحت کے لئے کافی نا ہوگا.

۳) پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا حافظہ کیسا تھا حافظہ میں کوئی خرابی تو نہیں اگر ہے تو سئیی الحفظ کہلائے گا اور اسکی وہ روایت قبول نہ کی جائے گی (کیونکہ قرآن کریم یتیم کو ان کا مال واپس دینے کا حکم جب دیتا ہے کہ وہ سمجھدار ہو جائیں کیونکہ بچپن کی عمر ناقص العقل ہوتی ہے جوانی کے مقابلہ میں تو پھر بگڑے ہوئے حافظہ والے کی شہادت کیسے قبول کی جاسکتی ہے).

۴) اسکے بعد اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ وہ خراب حافظہ کا نہیں تھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ امام مالک سے اس کی ملاقات ثابت ہے کہ نہیں اگر نہیں تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی محدثین کی اصطلاح میں ایسی رویت کو ضعیف کہا جاتا ہے یعنی اس کی سند میں انقطاع ہے یعنی سند میں ایک یا سارے راوی مختلف مقامات سے منقطع ہوں.

اسکی مثال آپ یوں لیں کہ وہ شخص جو آپ کو خبر دیتا ہے کسی حادثے کے بارے میں جب آپ اس سے پوچھتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ جس وقت یہ حادثہ ہوا میں تو اس ملک میں موجود ہی نہیں تھا میں تو out of country تھا لیکن مجھے بھی کسی نے بتایا بتانے والا کون معلوم نہیں بتایئے کیا آپ خبر کو سچ مان لیں گے نہیں بلکہ آپ قرآن کریم کی آیت کے مطابق تحقیق کریں گے اور بغیر تحقیق کے اس کی بات کو رد کر دینگے لہٰذا حاصل کلام یہ ہوا کہ وہ شخص جس واقعہ کی خبر کر رہا ہے وہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا بلکہ ملک سے بھی باہر تھا اسی دوری کو یا سماعت ثابت نا ہونے کو محدثین نے انقطاع کا نام دیا جس کی تحقیق قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کے مطابق ہے.

۵) بالفرض اگر ثابت ہو جائے کہ سند انقطاع میں ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ خبر دینے والا کتنا سچا ہے ایسا تو نہیں کہ وہ کہیں بھول رہا ہو یا اپنے سے زیادہ سچے لوگوں کی مخالفت کر رہا ہو ایسی ایسی مخالفت کو محدثین کی اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس اصول کو سمجھنے کے لئے اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں. قرآن کریم ذکر فرماتا ہے

فان عثر علی انھما استحقا اثما فاٰخران یقومان مقامھما من الذین استحق علیھم الاولیٰن فیقسمٰن باللہ لشھادتنا احق من شھادتھما **(سورۃ مائدۃ**

5 آیت 107)

ترجمہ۔ پھر اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں گناہ میں ملوث ہو گئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو پہلے دونوں گواہوں سے اہل تر ہوں اور ان کی طرف سے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہے وہ اللہ کی قسم اُٹھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان پہلے گواہوں کی شہادت سے زیادہ سچی ہیں اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا تو بلاشبہ ہم ظالم ہیں۔

غور فرمائیے آیت مبارکہ کے سیاق سے یہ بات واضح ہوئی کہ گواہوں کی گواہی کیسے قبول ہوگی اور ان کا طریقہ کیا ہوگا یعنی پہلے گواہوں نے اگر گواہی دی اگر وہ غیر ثابت ہوتی تو دوسرے اور دو گواہ (جو پہلے گواہوں سے زیادہ ثقہ ہوں) گواہی دینگے بعد والوں کی گواہی منظور ہوگی جو زیادہ متقی ہونگے۔

ایک اور اصول کی وضاحت کرتا چلوں محدثین کی اصطلاح میں ایک اور اصول ہے وہ ہے ''منکر الحدیث یعنی راوی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو فاسق ہو بدعتی وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد ربانی ہے کہ

تحبسونھما من بعد الصلوٰۃ فیقسمان باللہ (سورۃ مائدۃ 5 آیت 106)

ترجمہ۔ (گواہوں کو) اگر تمہیں کچھ شک پڑ جائے تو ان دونوں کی صلوٰۃ کے بعد (مسجد میں) روک لو۔ پھر وہ اللہ کی قسم اُٹھا کر کہیں کہ وہ (کسی مفاد کے خاطر) شہادت کو پہنچنے والے نہیں۔

غور فرمائیں گواہوں کو نماز کے بعد قسم اُٹھوائی جارہی ہے کیوں؟ کیونکہ نماز ایمان والے کو ثابت کرتی ہے اور غیر نمازی کا ایمان ناقص ہوتا ہے اسی وجہ سے گواہی کے لئے نماز کے بعد (تاکہ گواہ بھی نماز پڑھے) گواہی دلوائی گئی۔

بالفرض اگر کوئی گواہ نماز ادا کرنے سے انکار کرے تو بتایئے آپ کیا نتیجہ اخذ کریں گے کیونکہ قرآن و سنت سے یہ بات عیاں ہے کہ غیر نمازی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین اس گواہ کی گواہی کو چھوڑتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا آیت مبارکہ سے خوب سے خوب اس بات کی نشاندہی ملتی ہے کہ منکر راوی کی گواہی کیوں قبول نہیں کرنی چاہیے وجہ یہ ہے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جب عمومی معاملات میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجاتا ہے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ ہوسکتا ہے رسول اللہ ﷺ پر بھی جھوٹ باندھ رہا ہو۔ میں آپ کو ایک اور اصول کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اگر کسی راوی کا حدیث کے بارے میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے تو محدثین اس کی بیان کردہ روایت کو ''موضوع'' قرار دیتے ہیں قارئین اکرام یہ اصول بھی عین قرآن کریم کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفٰسقون

ترجمہ۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکے انھیں اسّی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی

شہادت قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں .(النور 24 آیت 4)
قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص تہمت Claim لگائے یعنی وہ شخص جھوٹ باندھے پاک دامن عورتوں پر تو ان کو Punish سزا کے طور پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور ان کی گواہی بھی قبول نہیں انداز ہ فرمائیں کسی پاک دامن شریف زادی پر تہمت کی سزا کیا کہ اس کو محروم کر دیا گیا Society میں گواہی سے یعنی وہ کتنا ہی اس کے بعد پارسائی کا ثبوت دے ارشاد ربانی نے فیصلہ دے دیا ایسے جھوٹے شخص کی گواہی کو Expectance کبھی بھی نا دیا جائے .اب اگر کوئی شخص امام الانبیاء سید المرسلین رحمتہ العٰلمین حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ باندھے اور آپ ﷺ پر بہتان لگائے اس الفاظ کا جو آپ ﷺ نے ادا نہ فرمائے ہوں تو بتایئے کیا ایسا شخص لائق ہے کہ اس کی گواہی کو قبول کیا جائے؟؟ Impossible نہ ممکن .
عام عورتوں پر بہتان کی سزا کہ اس سے معاشرے میں ایک جو اسے دیا گیا تھا بہتان کے بعد اس سے وہ مقام چھین لیا جائے گا اب وہ اگر محمد ﷺ پر جھوٹ باندھے تو کیونکر اسے قبول سمجھا جائے گا .بلکہ وہ تو دنیا میں رسوائی کا حقدار ٹھرا اور آخرت میں عذاب کا حق دار ہوگا ایک اور اصول کی میں وضاحت کروں گا بسا اوقات محدثین شواھد کی بناء پر کسی حدیث کو صحیح کا درجہ دیتے ہیں یہ اصول بھی قرآن کریم سے ہی ماخوذ ہے .جی ہاں پچھلی آیت مبارکہ پر دوبارہ نظر دوڑایئے آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ گواہ طلب فرمارہا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر بہتان لگائے تو اس کی گواہی اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ گواہ یعنی چار گواہ پیش کر دے وگرنہ اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے گا.
یہی اصول محدثین نے اپنایا کہ اگر کوئی راوی ایسی حدیث کا ذکر کرتا ہے جو الفاظ کسی اور راوی سے ثابت نہ ہو تو ان الفاظوں کو اس صورت میں قبول کیا جاتا ہے جب اس راوی کے الفاظوں کی تائید دوسرے راویوں کی پیش کردہ حدیث میں موجود ہوں یعنی یہاں بھی اصول حدیث کا ایک اہم نکتہ کہ دوسری طرف (یعنی گواہوں) سے یہ بات ثابت ہوتی ہے لہٰذا یہ اصول بھی قرآن کریم ہی تعلیم دیتا ہے عمل کرنے والے کو آپ ضرور بشر کہینگے لیکن اصول ماخوذ ہے شریعت سے .
۶) اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سلمی کی خبر سچی ہے تو اس کے بعد اور بہت سارے پرکھنے کے اصول وضوابط باقی ہیں اس کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ راوی الفاظوں رد و بدل یعنی Amendment تو نہیں کرتا یعنی اس کی سند میں اضطلاب توفیق پر قاعدہ بھی قرآن کریم کے نص سے ماخوض ہے اس قاعدہ کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت کا مطالعہ فرمائیں. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.
انما النسیٓئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما و یحرمونہ عاما...... (التوبہ 9 آیت 37)
بیشک مہینوں کو پیچھے ہٹا دینا ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں وہ ایک سال کسی مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام.
اس آیت سے پچھلی آیت (نمبر 36 میں) اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ بارہ مہنوں کی گنتی اللہ کی کتاب میں موجود ہے اور مزید

چار حرمت والے بھی۔

نوٹ۔(بارہ مہینے کی گنتی قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے جس سے صاف یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی کتاب اللہ ہے مزید تحقیق کے لئے میرا Program بعنوان حدیث بھی کتاب اللہ ہے سماعت فرمائیں)

لیکن کفار لوگ ان مہینوں کو آگے پیچھے کرتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اپنے شعار میں ملاوٹ پسند نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امر پر وعید وعتاب کا حکم دیا۔

نوٹ۔(اس طرح کے آگے پیچھے کے الفاظوں کو محدثین کی اصطلاح میں اصطراب کہتے ہیں)

غور فرمائیں جس طرح قرآن کریم کے متن کو آگے پیچھے کرنا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سے اگر حدیث میں بھی کوئی شخص عمداً آگے پیچھے کرتا ہے تو وہ بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا جائے گا لہٰذا یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث میں بھی یہی شروط آئید کئے ہیں گویا کہ یہ اصول بھی ماخوذ ہے قرآن کریم سے۔

لہذا محدثین نے بڑے مضبوط ضواط مقرر فرمائے اسی لئے محدثینؒ کی گرفت سے وہ لوگ بھی بچ نہ سکے جو صالح تھے لیکن نیک نیتی سے حدیث میں تحریف کردی یہ لوگ باوجود اپنے تقویٰ اور زھد کے محدثین کی جماعت کو دھوکا نہ دے سکے خلاصہ کلام یہ کہ محدثین نے اگر کسی حدیث کو صحیح کہا تو وہ یقیناً قطعی الصحت ہے اسی لئے شبہ اور شکوک کہ تمام منازل کو اس نے عبور کر کے ہی مقام صحت کو حاصل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ان فنون کو عام کردیا جائے کہ ہر مدارس میں اور School اور collage میں تو یقیناً انشاء اللہ Automatically تمام شکوک دور ہوجائیں گے۔(وما علینا الا البلاغ المبین)

(سوال و جواب)

ا)میرا سوال ہے کہ اگر محدثین ان اصولوں کے بعد حدیث کو وحی سمجھتے تھے تو ایک محدث اگر کسی حدیث کو صحیح کہتا ہے (یعنی وہ کسی حدیث کو وحی مانتا ہے) تو دوسرا محدث جو کہ 400 سو سال بعد یا 600 سال بعد آنے والا محدث اس کو ضعیف کہتا ہے یعنی ایک اس کو وحی تسلیم کرتا ہے اور دوسرا وحی تسلیم سے انکار کرتا ہے میرا سوال یہ ہے کہ آخر حدیث پر اختلاف کیوں (میرا اشارہ ناصر الدین البانیؒ کی طرف ہے)؟

(ناصر Advocate)

جواب۔ بعنوان الوھاب الیہ مرجع والمتاب امابعد

بھائی کا سوال بہت اہم ہے

بھائی نے سوال کیا ہے کہ ایک محدث جو کہ کئی صدیوں پہلے کسی حدیث کو صحیح مانتا ہے اور دوسرا محدث جو کئی صدیوں بعد اسکو ضعیف ثابت کرتا ہے بھائی اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا جاسکتا ہے لیکن بھائی نے مثال شیخ ناصر الدین البانیؒ کی دی ہے تو میں چاہوں گا کہ ان کا سوال بھی شیخ کی تحقیق سے دوں۔

ایک بات ذہن نشین فرمائیں کسی محدث کو چاہے وہ متقدمین میں سے ہو یا متاخرین میں سے ہو حدیث کے ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث کو پیش کرنے والے راوی کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے جب راویوں کی

ثقاہت Authenticity ثابت ہوتی جاتی ہے تو تمام محدثین ان اصولوں کو مانتے ہیں کیونکہ تمام محدثین چاہے وہ متاخرین میں سے ہوں یا متقدمین سے ہوں سب کے سب ایک ہی اصول کے متفق ہیں اور ان اصولوں کے بارے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اگر کوئی محدث کسی حدیث پر صحیح حکم لگاتا ہے تو وہ بھی اسی Rules and regulation کو Follow کرتا ہے جس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اگر کوئی اس روایت کو ضعیف ثابت کرتا ہے تو وہ بھی ان ہی ضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ اب میں مثال کے ذریعہ بات کو ثابت کرتا ہوں بھائی نے ناصر الدینؒ کا حوالہ پیش کیا دیکھئے علامہ البانیؒ ایک حدیث کا ذکر کرتے ہیں کہ

رایت رسول اللہ ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حسین ولدتہ فاطمہ بالصلوۃ (ترمذی 1514)

شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن کہا ارواء الغلیل جلد 4 صفحہ 400 نمبر 1173 میں یعنی کہ تحقیق سے اس حدیث کو حسن کہتے ہیں لیکن انھی محدثین کا مزید گہرا مطالعہ فرمایا تو بعد میں لکھتے ہیں کہ پھر اسکے بعد میرے لئے اس روایت کی تضعیف راجح ہوگئی۔

دیکھئے سلسلۃ الضعیفۃ رقم 6121 لہٰذا شیخ البانی نے کوئی نئے اصول کے تحت روایت کو ضعیف نہیں کیا بلکہ انھی اصولوں کو انھوں نے Follow کیا لہٰذا یہ سوال کہ 800 سو سال پہلے والے نے اس کو ضعیف کہا اور بعد میں آنے والے نے اس کو صحیح کہا تو بات صرف کہنے کی حد تک ہے باقی دلائیل سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

سوال 2) اسلام وعلیکم حسین بھائی میرا نام عدنان ہے میں B.com part 2 کا طالب علم ہوں میرا سوال ہے کہ کیا واقعی میں امت کا اجماع ہے کہ بخاری کی صحت پر شک نہیں کیونکہ آئے دن ہم Media پر Programes سنتے اور دیکھتے رہتے ہیں جن میں یہ بات ذیر بحث ہوتی ہے خصوصاً بخاری پر کہ اس میں بھی کمزور اور ضعیف روایات موجود ہیں کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔

جواب۔ واقعی میں آج Media پر یہ خاصہ کام ہو رہا ہے کہ بخاری کی روایت کو ضعیف قرار دیا جائے لیکن الحمد اللہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ بخاری اور مسلم میں کوئی بھی حدیث ضعیف نہیں ہے اسی وجہ سے امام ابن الصلاح اپنی مشہور تالیف علوم الحدیث میں

رقمطراز ہیں کہ

وکتابھما اُصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز (مقدمۃ ابن الصلاح ص 18)

ترجمہ۔یعنی بخاری مسلم صحیح کتابیں ہیں کتاب اللہ کے بعد۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام احادیث متصل ہیں اور مرفوع ہیں اور تمام کی تمام یقیناً صحیح ہیں یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر پہنچتی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ مسلمان کی راہ کے خلاف چلتا ہے (حجۃ البالغہ صفحہ 241) نیز علامہ عینی حنفی رقمطراز ہیں کہ۔

وقد اجمع علماء الاسلام منذ قرون طویلۃ الی ھذا الیوم علی انہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ (علامہ عمدۃ القاری صفحہ 6)

ترجمہ۔صحیح بخاری لکھنے کے بعد جتنے بھی علماء ہیں ان سب کا اجماع ہے کہ بخاری (کادرجہ) کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے بعد ہے کتاب اللہ کے بعد وہ سب سے صحیح ترین کتاب ہے۔

سوال 3) اسلام وعلیکم

حسین بھائی میرا نام بہادر خان جی ہے اور میں Export manager ہوں میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپس میں دو صحیح احادیث ٹکراتی ہیں اگر ٹکراتی ہیں تو ایسا کیوں ہے؟

جواب۔بہت اچھا سوال کیا آپ نے میرے دوست یاد رکھیں کبھی بھی کوئی صحیح احادیث دوسری صحیح احادیث کے خلاف نہیں ہوتی ہاں اتناضرو ہوتا ہے کہ ایک حدیث عمومی چیز کو بیان کرتی ہے جسے آپ جنرل مفہوم کہے سکتے ہیں اور دوسری حدیث خاص ہے وہ کسی خاص حالت کو بیان کرتی ہے بظاہر تو ان میں تعارض نظر آئے گا لیکن اگر آپ کھلے ذہن سے غوروفکر فرمائیں گے تو یہ تعارض انشاء اللہ دور ہو جائے گا دراصل بات یہ ہے کہ جو عام حدیث ہے وہ عام مسائل کو بیان کرتی ہے اور جو خاص ہے وہ اس خاص particular categary کو regulate کرتی ہے لہذا خاص حدیث خاص حالات کے لئے اور عام حدیث عمومی حالات کے لئے ہوگی۔ اگر آپ قرآن کریم کا مطالعہ فرمائیں تو وہ بھی بظاہر ایسی مثالیں موجود ہیں قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ

فوربک لنسئلنھم اجمعین۔

ترجمہ۔سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور (ان اعمال کی) باز پرس کرینگے لہذا معلوم ہوا کہ قیامت کے دن سوال ہوگا۔دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ

فیوم اِذلایسئل عن ذنبہ اِنس ولاجان

ترجمہ۔اس دن کسی انسان سے یا جن سے اس کا گناہ ناپوچھا جائے گا۔
معلوم ہوا کہ قیامت میں باز پرس نا ہو گی۔
اب اگر آپ compare تجزیہ فرمائیں تو ایک آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سوال نہ ہو گا لیکن دوسری آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سوال ضرور ہو گا۔بتایئے کس آیت کو آپ صحیح کہیں گے یا کس کو ضعیف نعوذ باللہ دونوں آیتیں بالکل صحیح ہیں اور آپس میں کوئی conflict تضاد نہیں ہے۔
کیونکہ ایک آیت عام حکم کو جاری فرماتی ہے اور دوسری اسی حکم کو خاص کرتی ہے لہٰذا حاصل کلام یہ ہے کہ بظاہر آپ کو تعارض محسوس ضرور ہو گا لیکن تعارض نہیں ہوتا۔

سوال 4) اسلام وعلیکم میرا نام ناظم ہے اور میں NIB بینک میں ملازم ہوں میرا سوال یہ ہے کہ کیا احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئی؟

جواب۔ بھائی ناظم احادیث کے لکھنے کا اہتمام نبی اکرم ﷺ کے وقت میں قرار پایا تھا اور کاتب وحی جیسے قرآن لکھتے تھے ویسے ہی احادیث بھی لکھا کرتے تھے منکرین حدیث جو یہ کہتے ہیں کہ احادیث 250 ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں آخر ان کے پاس کیا دلیل ہے اگر دلیل ہے تو وہ قرآن کریم سے نہیں بلکہ حدیث سے ہی پیش کرتے ہیں لہٰذا وہ بھی 250 ڈھائی سو سال بعد لکھنے والی حدیث کو دلیل اور حجت سمجھتے ہیں اب میں ان کو ایک حدیث پیش کرتا ہوں جو ثابت کرتی ہے کہ احادیث نبی ﷺ کے وقت میں ہی لکھی جا رہی تھیں۔امام ابو داؤد اپنی سنن میں جلد نمبر 2 حدیث نمبر 250 میں ہے کہ
محمد بن العاص ؓ نے نبی ﷺ کی حدیث لکھنا چھوڑ دی کہ جب آپ ﷺ غصہ کی حالت میں ہوتے نبی ﷺ نے فرمایا لکھو قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس زبان مبارکہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔
لہٰذا احادیث لکھنے کا اہتمام نبی ﷺ کے دور میں ہی تھا جو لوگ 250 سال بعد کا ذکر کرتے ہیں وہ صرف لفظوں کی ہیرا پھیری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

سوال 5) اسلام وعلیکم میرا نام عبدالرحیم ہے اور میں computer Programmer ہوں میرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصے پہلے میرے مطالعہ میں ایک مسلمان سائنسدان کی کتاب The bible the Quran and Science رہی اس کتاب میں مصنف ایک بخاری کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ اس حدیث میں سائنسی error ہے کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ اگر بخاری شریف میں کوئی ضعیف حدیث موجود نہیں ہے تو اس سائنسدان نے اس حدیث کو ضعیف کیوں کہا؟

جواب۔عبدالرحیم بھائی کا سوال بہت دلچسپ ہے کیا آپ وضاحت کریں گے کہ کونسی حدیث ہے جن پر انہوں نے error ثابت

کرنے کی کوشش کی۔جی ضرور حدیث کا مفہوم مجھے کچھ یاد ہے کہ سورج ایک دن مغرب سے طلوع ہوگا۔
جی بھائی اس بات کو اس سائنسدان نے اپنی کتاب The bible the quran and science کے صفحہ نمبر 244 میں ذکر کرتا ہے
لیکن وہ سائنسدان (ان کا نام مورس بوکائی maurice bucaille ہے) تو ہیں لیکن حدیث کو وہ نہ سمجھ سکے یاد رکھیں اپنی تحقیق کی وجہ سے قرآن اور صحیح حدیث میں eror ثابت کرنا غیر معقول ہے مورس بوکائی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی تجزیہ کی وجہ سے وحی کو جھٹلایا انھیں ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔
یاد رکھیں جیسے ہی ترقی بڑھتی جاتی ہے سائنسدانوں کی تحقیق میں بھی تبدیلی آتی جاتی ہے کچھ عرصے پہلے مورس صاحب نے اپنی ناقص تحقیق کی بناء پر صحیح حدیث کا انکار کیا لیکن وہی same پیشہ سیم لوگ لیکن اب کی تحقیق نے اسے قبول کرلیا ہے اگر آپ اس حدیث کی نئی تحقیق دیکھنا چاہتے ہیں تو اس ویب سائیٹ کا visit کریں www.space.com یا میری کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اسلام کے مجرم کون؟ انشاء اللہ ذیادہ تفصیلی معلومات حاصل ہونگیں۔
سوال 6) اسلام وعلیکم میرا نام آصف ہے اور میرا چشمہ کا کاروبار ہے میرا سوال ہے کہ میں نے صحیح بخاری کا مطالعہ کیا جس میں دجال کا ذکر تھا اس میں اس کی نشانی یہ تھی کہ وہ داہنے آنکھ سے کاہنا ہوگا اور دوسری حدیث میں پڑھا کہ بائیں آنکھ سے کاہنا ہوگا برائے مہربانی اس کا کیا جواب ہوگا کیونکہ یہ آپس میں ٹکراؤ ثابت کرتی ہے۔
جواب۔دونوں احادیث میں کوئی ٹکراؤ contridiction نہیں ہے ایک حدیث میں داہنی آنکھ کے بارے میں اور دوسر حدیث میں بائیں آنکھ کے بارے میں ذکر ملتا ہے ان دونوں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ داہنی آنکھ بھی کاہنی ہوگی اور باہنی بھی۔مثلاً میں اگر کسی شخص کو کہتا ہوں کہ اے داہنے ہاتھ والے اور اسی شخص کو یوں بھی کہتا ہوں اے بائیں ہاتھ والے تو بتائیں یہاں کوئی ٹکراؤ ہے ہرگز نہیں کیونکہ اس شخص کے دونوں ہاتھ ہیں اسی طرح سے دجال دونوں آنکھوں سے کاہنا ہوگا۔
سنئے مزید وضاحت کے لئے میری CD عنوان۔منکرین حدیث کے 100 سوالات کے جوابات۔
سوال 7) میرا نام سعد ہے اور میں طالب علم ہوں urdu collage کا مجھے آپ لفظ ظنی کے بارے میں وضاحت فرمائیں کیونکہ منکرین حدیث لوگ احادیث کو ظنی کہہ کر رد کرتے ہیں۔
جواب۔سعد بھائی ایک اصول یاد رکھیں انشاء اللہ وہ آپ کو ہمیشہ کام آئے گا۔
لفظ ظن اگر علم پر بولا جائے تو اسکی حقیقت یقین سے بھی بڑھ کر ہو جاتی ہے کیونکہ عقیدہ آخرت کو بھی لفظ ظن سے تعبیر دیا گیا ہے اگر (ظن) سے مراد صرف اٹکل ہی ہے تو قرآن کریم عقیدہ آخرت کو بھی ظن ہی کہتا ہے سنئے قرآن کریم

الذین یظنون انھم ملقوا ربھم وانھم الیہ راجعون۔ (البقرۃ 2 آیت 40)

ترجمہ۔وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں انہیں اسی کی طرف جانا ہے۔
آپ غور فرمائیں یہاں بھی ایمان بالآخرت کے لئے لفظ یظنون جو مادہ ظن کا یعنی یہاں بھی ظن لفظ use ہوا ہے اب بتائیں کہ ظن کے معنی صرف اٹکل ہی ہیں تو آپ اس آیت کا کیا ترجمہ فرمائیں گے لہٰذا یہاں ظن سے مراد علم یقین کے ساتھ ہیں تو یہاں کامل علم ہے بعین اسی طرح احادیث جو صحت کے اعتبار سے یہ بات ثبوت تک پہنچیں وہ بھی علم یقین ہی کہلائی گی جیسے مزکورہ آیت میں موجود ہے۔

اصول حدیث کی چند اصطلاحات

اصول حدیث: ان قوانین کو کہتے ہیں جن کے ساتھ سنداور متن کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں۔

متن: حدیث کے الفاظ کا نام متن ہے۔

سند: راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچا تا ہے، سند کہلاتا ہے

صحابی: وہ انسان جس کی نبی ﷺ کے ساتھ بحالتِ اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

تابعی: وہ انسان ہے جس کی کسی صحابی سے بحالت اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

تبع تابعی: وہ انسان جس کی کسی تابعی سے بحالت اسلام ملاقات ہوئی اور وہ اسلام پر فوت ہوا۔

حدیث قدسی: جو حدیث نبی ﷺ سے منقول ہے لیکن اس کی نسبت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہو۔

مسند: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو، اور اس کی سند میں ظاہراً اتصال ہو۔

من السنۃ کذا: اس سے مراد مرفوع حدیث۔

صحیح حدیث: جس کی سند میں اتصال ہو یعنی سند میں کوئی راوی گرا ہوا نہ ہو اور تمام راوی عادل ہوں، نیز ان میں ضبط کا وصف ہو، شذوذ اور علّت بھی موجود نہ ہو۔

عادل: عادل سے مقصود یہ ہے کہ راوی منصف مزاج، مسلمان، عاقل اور بالغ ہو نیز کبائر کے ارتکاب سے محفوظ ہو۔

ضبط: راوی نے جس حدیث کو سنا اس کو اپنے سینے میں محفوظ کیا یا اسے تحریر کر لیا اور اسی حالت میں اس حدیث کو آگے پہنچایا۔

شذوذ: ثقہ راوی اپنے سے زیادہ راوی کی مخالفت کرے۔

علّت: اس پوشیدہ سبب کو کہتے ہیں کہ جو سند میں پایا جاتا ہے جس سے حدیث کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

مرفوع: جس کی نسبت رسول ﷺ کی طرف ہو۔

موقوف حدیث: جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو۔

مقطوع حدیث: وہ اثر ہے جس کی نسبت تابعی کی طرف ہو نیز سند میں اتصال ہو۔

اثر: صحابہ اور تابعی کے اقوال کو اثر کہتے ہیں اور اثر کا لفظ حدیث کے مترادف ہے۔

متواتر: ایسی حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو بیان کرنے والے رواۃ کثیر تعداد میں ہوں اور یہ تعداد شروع سے آخر تک ایک جیسی ہو، ان کا کذب بیانی پر موافقت کرنا ناممکن ہو، نیز ہر راوی حدیث کو واضح صیغہ کے ساتھ بیان کرے۔

خبر واحد: جس حدیث میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں۔

غریب: جس حدیث کی سند میں کسی جگہ کوئی راوی تعداد میں ایک ہو۔

حسن: جس حدیث کی سند میں اتصال ہو اور راوی بھی وصفِ عدالت کے ساتھ موصوف ہو لیکن لیکن وصف ضبط صحیح حدیث جیسے راویوں والا نہ ہو۔

ضعیف: جس حدیث میں صحیح اور حسن حدیث والی شرطیں موجود نہ ہوں۔

منقطع: جس حدیث کی سند میں مختلف مقامات سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں۔

معضل: جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی ایک جگہ سے مسلسل گرے ہوئے ہوں۔

مرسل: تابعی رسول اللہ ﷺ کا قول یا فعل بیان کرے درمیان میں کسی صحابی کا ذکر نہ کرے۔

معلّق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا ایک سے زیادہ رواۃ مسلسل گرے ہوئے ہوں۔

مضطرب: سند کے رواۃ یا رواۃ اور متن دونوں میں اختلاف ہو اور ترجیح کی صورت نہ ہو۔

معلّل: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی پوشیدہ علّت پر اطلاع حاصل ہو جائے جب کہ حدیث بظاہر اس سے محفوظ ہو۔

منکر: جس حدیث میں ضعیف راوی، ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

مدرج: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کے اصل متن میں یا سند میں ایسا اضافہ کر دیا گیا ہو جو اصل حدیث میں نہ ہو اور اس طرح سے متن یا سند میں تبدیلی واقع ہو جائے۔

مدّلس: جس حدیث کی سند میں کوئی راوی مدلّس ہو، یعنی راوی کا سماع اس کے استاذ سے ممکن ہو لیکن اس روایت کو اس نے نہ سنا۔ یا کسی

راوی کا اپنے استاذ سے سماع ممکن ہونے کے باوجود اس کی بیان کردہ روایت میں سماع ثابت نہ ہو۔

موضوع: وہ حدیث ہے جو من گھڑت ہے اور جھوٹی ہے۔

تابع: وہ حدیث ہے جو غریب حدیث کے موافق ہے دونوں کا صحابی ایک ہو۔

شاہد: ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو غریب حدیث کے موافق ہو، البتہ صحابی میں اتحاد نہ ہو۔

اِختلاط: کسی راوی کی عقل کے فاسد ہو جانے، بڑھاپا طاری ہو جانے، نابینا ہو جانے یا کتابوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے اس کی بیان کر احادیث کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ ہو سکے۔

سند عالی: ایسی حدیث جس کی دو اسناد ہوں اس میں سے جس سند کے رواۃ تعداد میں کم ہوں عالی سند کہلاتی ہے اور سند جس کے راوی تعداد میں زیادہ ہوں وہ سند نازل کہلاتی ہے چنانچہ محدثین سند عالی کے حصول کے لئے دشوار گزار اور دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے۔

روایت بالمعنی: راوی نے اپنے استاد سے روایت کے جو الفاظ سنے ہیں انہیں بعینہ ادا نہ کرے بلکہ اس روایت کا معنی بیان کرے، اس کا جواز اس راوی کے لئے ہے جو الفاظ کے معانی کا فہم رکھتا ہو، نیز الفاظ کی تبدیلی معانی پر اثر انداز نہ ہو۔